QUARTERLY, PEER REVIEWED
al-amir
ISSN(P): 2790-931X ISSN(E): 2790-9328
E-Mail: editor.alamir@gmail.com

اسلامی قانونِ ازدواج اور معاشرتی اصلاح: تفسیر تیسیر القرآن میں مسائل نکاح کا تنقیدی جائزہ

Islamic Family Law and Socio-Cultural Reform: A Critical Review of Marital Issues in Tafsir Taiseer-ul-Quran

Hafiz Tariq Mehmood
Ph.D. Scholar, Dept. of Islamic Thought and Culture (IHA), Khwaja Fareed University of Engineering & Information Technology (KFUEIT), Rahim Yar Khan, Pakistan. Email: hafiztariqmehmoodrais@gmail.com

Dr. Mazhar Hussain Bhadroo
Lecturer, Dept. of Islamic Thought and Culture (IHA), Khwaja Fareed University of Engineering & Information Technology (KFUEIT), Rahim Yar Khan, Pakistan. Email: mazharhussainbhadroo@gmail.com

Dr. Hafiz Falak Shair Faizi
Assistant Professor, Department of Islamic Thought and Civilization, University of Management and Technology (UMT), Sialkot Campus, Pakistan. Email: falak.shair@skt.umt.edu.pk

Submission Date:
02 June 2026
Review Date:
03 June 2026
Acceptance Date:
07 June 2026
Publication Date:
10 June 2026

Article Link:
https://alamir.com.pk/index.php/ojs/article/view/342

Abstract

This study provides a critical and thematic analysis of Islamic family law and socio-cultural reform mechanisms presented in Tafsir Taiseer-ul-Quran, authored by the 20th-century South Asian Islamic scholar Maulana Abdul Rahman Kaylani. Known for his literalist exegesis rooted in Tafsir al-Quran bi-l-Quran (explaining the Quran through the Quran) and reliance on authentic Ahadith, Kaylani formulates a distinct jurisprudential framework to address contemporary marital issues (Masail-e-Nikah). Utilizing a descriptive-analytical approach, this research examines how Kaylani navigates key family law themes—including the essential prerequisites of the marriage contract, spousal compatibility (Kafa'ah), marital rights and duties, financial maintenance (Nafaqah), and modes of marital dissolution (Talaq and Khula). Crucially, the paper investigates Kaylani's rigorous critique of un-Islamic social innovations (Bid'at) and entrenched local wedding customs within the South Asian Muslim community, contrasting them with orthodox scriptural dictates. The findings establish that Taiseer-ul-Quran serves as a potent instrument for social reform, advocating for the purification of domestic governance by restoring primary textual authority over socio-cultural practices.

Keywords: Tafsir Taiseer-ul-Quran, Abdul Rahman Kaylani, Islamic Family Law, Marital Jurisprudence, Socio-Cultural Reform, South Asian Islam, Quranic Exegesis.

تعارف و پس منظر:

اسلامی قانونِ ازدواج مسلم معاشرتی نظام کا سنگِ بنیاد ہے، جو خانگی زندگی کو استوار کرنے کے لیے واضح حقوق، فرائض اور اخلاقی حدود فراہم کرتا ہے۔ نکاح کے مقدس معاہدے پر مبنی یہ شرعی نظام زوجین کے درمیان محبت) مودۃ (، رحم دلی) رحمۃ (اور معاشرتی استحکام کا ضامن ہے۔ تاہم، مختلف تاریخی ادوار اور علاقائی ثقافتوں کے زیرِ اثر، اسلامی قانونِ ازدواج کے نصوص اکثر مقامی رسم ورواج کے ساتھ خلط ملط ہوتے رہے ہیں، جس کے نتیجے میں غیر شرعی و معاشرتی رسومات اور بدعات نے جنم لیا۔ بالخصوص برصغیر پاک وہند کے مسلم معاشرے میں، شادی بیاہ کی فضول خرچیوں، جہیز کے ناواجب مطالبوں اور حقوقِ زوجیت کے حوالے سے فقہی ناخواندگی نے قرآنی احکامات اور سنتِ نبوی کے اصل روح کو متاثر کیا۔

ان غیر شرعی اور معائب پر مبنی معاشرتی رسومات کے اصلاح کی خاطر مفسرینِ کرام نے ہر دور میں نمایاں علمی و اصلاحی کردار ادا کیا۔ بیسویں صدی کے برصغیر میں جن علماء نے معاشرے کو بدعات سے پاک کرنے اور نصوصِ شرعیہ (قرآن و سنت) کی طرف واپس لانے کی مہم چلائی، ان میں مولانا عبد الرحمٰن کیلانی کا نامِ نامی سرِفہرست ہے۔ ان کی معروف تفسیر "تفسیر تیسیر القرآن "کو علمی حلقوں میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔ مولانا کیلانی نے اپنی تفسیر میں "تفسیر القرآن بالقرآن "اور صحیح احادیثِ نبویہ پر اعتماد کرتے ہوئے ایک سلفی و تنقیدی اسلوب اختیار کیا۔

مولانا کیلانی کے ہاں مسائلِ نکاح محض خشک فقہی مباحث نہیں ہیں، بلکہ وہ اسلامی قانونِ ازدواج کو معاشرتی اصلاح کے ایک مؤثر ذریعہ کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ وہ عقدِ نکاح، کفو کی اہمیت، نفقہ و حقوقِ زوجیت سے لے کر طلاق و خلع اور تفریق جیسے اہم مسائل کی تفسیر کرتے ہوئے برصغیر میں مروجہ غیر اسلامی رسومات پر شدید تنقید کرتے ہیں۔ زیرِ نظر مقالے میں اسی پس منظر کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس بات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے کہ "تفسیر تیسیر القرآن" کس طرح قرآنی احکاماتِ نکاح کے ذریعے برصغیر کے مسلم معاشرے کی اصلاح کا فریضہ انجام دیتی ہے۔

تفسیر تیسیر القرآن کا تعارف:

یہ تفسیر مولانا عبد الرحمن کیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی کاوش ہے۔ انہیں اپنے علمی ذوق کی سیرابی کے لیے قران کی ایک مفصل سلفی تفسیر کی ضرورت تھی لیکن انہیں اس سلسلے میں اشرف الحواشی، تفسیر وحیدی جیسی چند مختصر تفاسیر ہی میسر آئیں۔ کوئی جامع و مفصل تفسیر میسر نہ آئی۔ لہٰذا اس حوالے سے انہوں نے خود کام کرنے کے بارے میں سوچا[1]۔ اسی عرصے میں ایک عالمی ادارے کی طرف سے انہیں قران مجید کی ایک مفصل تفسیر لکھنے کی پیشکش ہوئی۔ معاوضہ کی بات چیت ہوئی تو فاضل مصنف نے فرمایا کہ میں یہ کام خالصتاً اللہ کی رضا کے لیے کرنا چاہتا ہوں۔ آپ جو بھی مجھے دیں گے منظور ہو گا۔ بعد میں چند وجوہات کی بنا پر وہ معاہدہ کامیاب نہ ہو سکا تاہم وہ تفسیر کا کام شروع کر چکے تھے اور مسلسل یہ کام کرتے رہے اور اپنی وفات سے قبل وہ یہ سارا کام مکمل کر چکے تھے[2]۔

خصوصیات: تفسیر ھذا کی خصوصیات درج ذیل ہیں: اس کا ترجمہ سلیس اور بامحاورہ ہے اور محاورے کا حتی الوسع خیال رکھتے ہوئے ترجمہ کیا گیا ہے۔ ربط مضمون کے لیے لائے گئے الفاظ بریکٹ میں دیے گئے ہیں۔ گزشتہ تفاسیر ماثورہ کی جامع پہلی مفصل تفسیر بالحدیث ہے جو براہ راست قران کریم، صحاح ستہ کی صحیح اور حسن درجہ کی احادیث اور اقوال صحابہ و تابعین پر مبنی ہے۔ احادیث کے مکمل حوالہ جات دیے گئے ہیں۔ پیچیدہ مسائل کو بیان کرنے کے لیے نہایت واضح، سادہ طرز بیان اور منطقی اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔

پیچیدہ فلسفی مباحث کو اس انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ قاری کی سمجھ میں بات اترتی چلی جائے۔ اختلافی اور فروعی مسائل میں اعتدال کی راہ اختیار کی گئی ہے۔ کسی کی بے جا حمایت اور نہ ہی تردید کی گئی ہے البتہ نقلی و عقلی دلائل سے دوٹوک اور واضح موقف اختیار کیا گیا ہے۔ مسائل کا صحیح رخ متعین کرتے وقت مخالفین کی فکری سوچ پر پوری علمی قوت سے گرفت کی گئی ہے۔ اس ضمن میں قدیم و جدید منکرین حدیث کے نامناسب استدلالات کا دندان شکن جواب دیا گیا ہے اور اس موقع پر صاحب تفسیر نے معذرت خواہی کی بجائے جارحانہ انداز اختیار کیا ہے۔ جدید مغرب زدہ طبقے کے پھیلائے شکوک و شبہات اور اعتراضات کا پرزور استدلال کے ساتھ جواب دیا گیا ہے ۔سود، لین دین، تجارت کی غیر شرعی اقسام، تعدد ازواج، لونڈیوں اور غلاموں کے مسائل پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ احکام وراثت میں قوی دلائل کے ذریعے اسلامی احکام کی برتری، حقانیت اور حکمت کو ثابت کیا ہے۔ عقل پرست فرق باطلہ مثلاً معتزلہ، خوارج ،مرجیہ و جہمیہ وغیرہ کے دلائل کا محاکمہ و محاسبہ کر کے ان کی فکری کوتاہیوں اور کج رویوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ بدعتی اور مشرکانہ خیالات پر خیر خواہانہ انداز میں کاری ضرب لگائی گئی ہے[3]۔

صاحب تیسیر القرآن کا تعارف:

مولانا عبد الرحمن کیلانی پاکستان کے ممتاز عالم دین، مایہ ناز مفسرِ قرآن، محقق، مصنف اور بین الاقوامی شہرت یافتہ ماہر خطاط تھے۔ ان کا شمار علم و تحقیق اور قلمی دنیا کی ان شخصیات میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنی گراں قدر تصانیف اور بے مثل خطاطی کے ذریعے دینِ اسلام کی عظیم خدمات سرانجام دیں۔

ان کے حالاتِ زندگی اور خدمات کا تفصیلی خاکہ درج ذیل ہے:

پیدائش اور خاندانی پس منظر: مولانا عبد الرحمن کیلانی 11 نومبر 1923ء کو موضع کیلیانوالہ (ضلع گوجرانوالہ، پنجاب) کے ایک علمی اور فنی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کا تعلق اہل حدیث مسلک اور خطاطوں کے معروف "سپرا" خاندان سے تھا۔ یہی وجہ تھی کہ علمِ دین کا شوق اور خطاطی کا فن انہیں ورثے میں ملا۔ مولانا کیلانی محض ایک عالم ہی نہیں بلکہ اپنے وقت کے بے مثل خطاط بھی تھے۔ انہوں نے اپنے ہاتھ سے پورے قرآن مجید کی خطاطی کا عظیم کارنامہ سرانجام دیا۔ انہیں خطِ نسخ میں زبردست مہارت حاصل تھی۔ ان کی علمی اور فنی زندگی کی ایک خاص بات یہ تھی کہ وہ اپنی تصانیف اور کتب کی کتابت خود اپنے ہاتھ سے کیا کرتے تھے، جو ان کے غیر معمولی صبر اور فن سے محبت کی دلیل ہے۔

سیرت و کردار: مولانا کیلانی مرحوم بہت ہی سادہ اور درویش صفت انسان تھے۔ ہمیشہ سفید لباس ہی زیب تن فرماتے۔ سر پر ہمیشہ سفید رومال رکھتے اور بازار جاتے وقت سیاہ رنگ کی جناح کیپ استعمال کرتے۔ لکھنے کے لیے ہمیشہ کوئی معمولی سا قلم اور سواری کے لیے سائیکل ہی استعمال کرتے۔ مالی طور پر خوب مستحکم ہونے کے باوجود کبھی تصنع یا بڑائی کا اظہار نہیں کیا۔

ابتدا میں فوج میں ملازمت کی اور فوج سے صرف اس بنا پر استعفی دے دیا کہ یہ ملازمت داڑھی رکھنے سے مانع تھی جبکہ انہیں داڑھی منڈوانا نامنظور تھا۔ محکمے کے بعض افسران نے انہیں پروموشن اور تنخواہ میں اضافے کی پیشکش بھی کی مگر یہ چیزیں سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں ان کے سامنے ہیچ تھیں۔ آپ چونکہ ایک ماہر خطاط بھی تھے لہٰذا استعفی کے بعد کتابت کو بطور پیشہ اختیار کیا۔ 1947 سے 1965 تک اردو کی کتابت کی اور اس وقت کے سب سے بہتر ادارے "فیروز سنز" سے منسلک رہے۔ 1965 میں قران مجید کی کتابت شروع کی اور تاج کمپنی اور دوسرے معروف اداروں کے لیے کام کرتے رہے۔ غالباً 50 کے قریب قرآن مجید کی کتابت کی

سعادت حاصل کی۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ 1972 میں حج کرنے گئے تو مکی سورتوں کی کتابت باب بلال مسجد حرام میں بیٹھ کر کی اور مدنی سورتوں کی کتاب مسجد نبوی میں اصحاب صفہ کے چبوترہ پر بیٹھ کر کی۔

فنِ خطاطی کی تعلیم: خطاطی انہیں وراثت میں ملی تھی۔ انہوں نے اس فن کے اسرار ور موز اپنے والد مولانا نوح کیلانی اور اپنے چچا مولانا عبدالمجید (جو مکہ مکرمہ میں شاہ فہد کے دور میں قرآن مجید کی کتابت پر مامور رہے) سے سیکھے۔ بعد میں انہوں نے اس دور کے بین الاقوامی شہرت یافتہ خطاط تاج الدین زریں رقم سے بھی اپنے فن کی اصلاح لی۔

آپ کو کئی خطوط پر دسترس حاصل تھی۔ نسخ اور نستعلیق دونوں خطوط میں نام پیدا کیا۔ علاوہ ازیں خط رقعہ، خط کوفی اور دیگر عربی خطوط میں بھی دسترس حاصل تھی۔ اپنی زندگی میں 50 کے قریب قران مجید کی کتابت کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

انہیں یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ خادم الحرمین الشریفین فہد بن عبدالعزیز کے قرآن کمپلیکس نے مصحف المدينةالنبوية کے لیے قران مجید کے سلسلے میں فاضل مصنف کے کتابت شدہ خط کو ہی منتخب کیا۔

علمی و تعلیمی سفر: مولانا کیلانی کا تعلیمی سفر روایتی دینی مدارس سے زیادہ انفرادی محنت، خاندانی علمی تربیت اور جید علمائے وقت کے زیرِ سایہ طے ہوا، کیونکہ ان کے والد صاحب بذاتِ خود ایک متبحر عالم دین تھے۔

ان کی تعلیم اور اساتذہ کی تفصیل درج ذیل ہے۔ مولانا کیلانی نے تعلیم کی ابتدائی منزلیں اپنے گھر سے ہی شروع کیں۔ عربی اور فارسی زبان کی ابتدائی اور متوسط کتابیں انہوں نے اپنے والد صاحب سے ہی پڑھیں، جو اپنے وقت کے بہترین استاد اور خطاط تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ باقاعدہ سکول سے عصری تعلیم بھی حاصل کرتے رہے۔

اعلیٰ دینی تعلیم اور اساتذہ کرام:

مولانا عبدالرحمن کیلانی نے باقاعدہ کسی ایک بڑے مدرسے میں مستقل طالب علم کے طور پر برسوں گزارنے کے بجائے، اپنے دور کے کبار علمائے کرام کی مجالس اور ان کے انفرادی اسباق سے پیاس بجھائی۔ ان کے نمایاں اساتذہ درج ذیل ہیں:

حافظ محمد گوندلویؒ: مولانا کیلانی کو علمِ حدیث، اسماء الرجال اور فقہ میں سب سے زیادہ فیض عالمِ اسلام کے مایہ ناز محدث حافظ محمد گوندلوی سے حاصل ہوا۔ حافظ صاحب کی علمی جلالت کا مولانا پر گہرا اثر تھا۔

مولانا محمد علی لکھویؒ: آپ نے برصغیر کے ممتاز عالم اور داعی مولانا محمد علی لکھوی سے بھی علمِ دین کے مختلف فنون سیکھے۔

مولانا شریف اللہ خان سواتیؒ: انہوں نے علمِ لغت، عربی ادب اور معانی وبلاغت کی بعض کتب مولانا شریف اللہ خان سے پڑھیں۔

عصری علوم اور ذاتی مطالعہ:

مولانا کیلانی کی ایک بڑی خصوصیت یہ تھی کہ وہ صرف روایتی علوم تک محدود نہیں رہے۔ انہوں نے انگریزی زبان سیکھی اور عصری فلسفے، معاشیات، اور سائنس (خصوصاً علمِ ہیئت یا فلکیات) کا گہرا مطالعہ کیا۔ ان کی کتاب "اسلام کا نظامِ فلکیات" ان کے اسی وسیع اور جدید سائنسی مطالعے کا منہ بولتا ثبوت ہے، جس میں انہوں نے ریاضی اور فلکیاتی حسابات کو شرعی احکامات کے ساتھ منطبق کیا۔

مختصر یہ کہ مولانا عبدالرحمن کیلانی کی اصل اٹھان ان کے شوقِ مطالعہ، خداداد ذہانت اور محدثِ وقت حافظ محمد گوندلوی کی صحبت کی مرہونِ منت تھی، جس نے انہیں اپنے دور کا ایک منفرد محقق اور مفسر بنادیا۔

تصنیفی خدمات:

مولانا عبد الرحمن کیلانی نے معاشرت، معیشت، عقائد، اور عصری فتنوں کے رد میں نہایت سنجیدہ، علمی اور تحقیقی انداز میں قلم اٹھایا۔ ان کی چند مشہور ترین تصانیف درج ذیل ہیں:

- **تیسیر القرآن:** یہ قران کریم کی نہایت سہل اسان عام فہم اور علمی تفسیر ہے۔
- **مترادفات القرآن:** قرآنی مترادفات کے ذیلی فرق کو واضح کرنے والی ایک منفرد اور لاجواب کتاب جس نے علمی حلقے میں خوب شہرت حاصل کی۔
- **آئینہ پرویزیت:** مشہور منکر حدیث غلام احمد پرویز کے افکار کی رد میں لکھی گئی علمی کتاب۔
- **اسلام کا نظام فلکیات:** اس کتاب میں انہوں نے ہجری و عیسوی تقویم کے مسائل اور علم فلکیات پر شرعی نقطہ نظر سے روشنی ڈالی
- **احکام ستر و حجاب:** اسلامی معاشرت اور پردے کے احکام و مسائل پر ایک جامع کتاب۔
- **روح عذاب قبر اور سماع موتی:** روح اور عالم برزخ کے معاملات پر کتاب و سنت کی روشنی میں لیا گیا ایک علمی جائزہ۔

ان کتب کے علاوہ بھی ان کی متعدد علمی تصانیف موجود ہیں مثلا: شریعت و طریقت، خلافت و جمہوریت، تجارت اور لین دین کے مسائل، عقل پرستی اور انکار معجزات[4]۔

وفات: 18 دسمبر 1995ء کو عشاء کی نماز ادا کرتے ہوئے اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔

نکاح کی لغوی و اصطلاحی تعریف

عربی زبان میں اس لفظ کی جڑ "وطئی" سے ملتی ہے یعنی زوجین کا باہم ملنا۔ جب یہی لفظ عقد اور معاہدے کے لیے بولا جائے تو یہ مجاز مرسل ہے یعنی سبب کو اس کے نتیجے کے نام سے پکارا گیا۔ گویا عربی نے ایک ہی لفظ میں وہ پوری داستان سمو دی جو ایک رشتے کی ابتداء سے اس کے انجام تک پھیلی ہوتی ہے پہلے عہد، پھر ملاپ۔ فارسی زبان نے اس رشتے کو "عروس" اور "نکاح" کے پیکر میں ڈھالا اور ان الفاظ میں صرف ایک قانونی بندھن نہیں بلکہ ایک جشن، ایک رسم، ایک نئی زندگی کا آغاز بھی شامل ہے۔ عقد بھی، بیاہ بھی، عروسی بھی یعنی فارسی نے اس رشتے کو صرف کاغذ پر نہیں بلکہ دلوں پر بھی ثبت کیا۔[5] انگریزی زبان نے اسے Marriage اور Matrimony کہا اور بلیک لاء ڈکشنری نے اسے اس طرح بیان کیا کہ: "یہ وہ قانونی معاہدہ ہے جس کے ذریعے مرد اور عورت باضابطہ طور پر شوہر اور بیوی بن جاتے ہیں۔"[6]

فقہاء نے نکاح کو محض ایک سماجی رسم نہیں سمجھا بلکہ اسے ایک مکمل شرعی ڈھانچے میں رکھ کر دیکھا اور ہر مکتبِ فکر نے اپنے انداز میں اس کی تعریف کی۔ احناف کی نظر میں نکاح وہ عقد ہے جو مرد کو عورت سے فائدہ اٹھانے کا حق دیتا ہے یعنی ایک ایسا قانونی بندھن جو دونوں کے درمیان حلال تعلق کی راہ کھولتا ہے۔ علامہ ابنِ عابدین شامیؒ لکھتے ہیں کہ: "نکاح وہ عقد ہے جو عورت سے استمتاع کو حلال کرتا ہے۔"[7]

نکاح کی شرائط

1. ایمان کا ہونا مردوں میں واجب اور عورتوں میں مستحب

نکاح ایک شرعی حکم ہے۔ نکاح سنت نبوی ہے۔ شریعت ہر حکم کو ایک خاص حد بندی میں محدود کر کے اسے حسن بخشتی ہے۔ نکاح جانوروں کی طرح جنسی خواہش پوری کرنے کے لیے ملنے کا نام نہیں۔ یہ ایک پاکدامن رشتے کی بنیاد ہے۔ اس کی کچھ شرائط ہیں جو اس کے مقاصد کی حفاظت کرتی ہیں۔ شریعت نے غیر مسلموں سے نکاح کو پسند نہیں کیا۔ پھر غیر مسلم مرد سے نکاح تو مطلقاً حرام ہے۔ مگر عورت اگر اہل کتاب میں سے ہو تو اس سے نکاح جائز ہے۔ اس بارے میں ارشاد باری تعالی ہے:

> وَلَا تَنكِحُواْ ٱلْمُشْرِكَٰتِ حَتَّىٰ يُؤْمِنَّ وَلَأَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ وَلَا تُنكِحُواْ ٱلْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُواْ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ أُوْلَٰٓئِكَ يَدْعُونَ إِلَى ٱلنَّارِ وَٱللَّهُ يَدْعُوٓاْ إِلَى ٱلْجَنَّةِ وَٱلْمَغْفِرَةِ بِإِذْنِهِۦ وَيُبَيِّنُ ءَايَٰتِهِۦ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ [البقرة: 223-221]

اس مقام پر مفسر کے کلام کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

انہوں نے ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے یہ سوال کیا کہ مشرک عورت سے نکاح کیوں ممنوع ہے؟ اور آگے اس کی منطقی توجیہ بیان فرمائی کہ مشرک عورت سے نکاح کرنا اس لیے ممنوع ہے کہ مرد و عورت کے درمیان نکاح کا تعلق محض شہوانی تعلق نہیں ہوتا بلکہ اس تعلق کے اثرات بڑے دور رس ہوتے ہیں جو ایک دوسرے کے دماغ، اخلاق اور تمدن پر گہرا اثر ڈالتے ہیں۔ مثلا ایک مومن اگر ایک مشرکہ سے نکاح کرتا ہے تو اگر وہ مومن اپنے ایمان میں پختہ، علمی طور پر بیوی سے فائق اور اپنے عزم کا پکا ہو گا تو اس صورت میں تو وہ اپنی بیوی اور سسرال کی کسی حد تک اصلاح کر سکتا ہے وگرنہ مرد مغلوب اور عورت اس کے افکار و عقائد پر غالب آجائے گی اور اگر دونوں اپنی اپنی جگہ پکے ہوں تو ان میں ہر وقت لڑائی جھگڑا اور معرکہ آرائی ہوتی رہے گی اور اگر دونوں ڈھیلے ہوں تو وہ دونوں شرک اور توحید کے درمیان سمجھوتہ کرنے پر مجبور ہوں گے۔

اگر مرد مشرک اور بیوی موحد ہو تو شرک کے خطرات مزید بڑھ جاتے ہیں۔ لہذا نقصان کے احتمالات زیادہ ہونے کے باعث ایسے نکاح کو ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ انہوں نے اس آیت سے یہ مسئلہ بھی اخذ کیا کہ نکاح کے بعد کوئی ایک فریق اگر مشرک ہو جائے تو سابقہ نکاح خود بخود ٹوٹ جائے گا[8]۔

تبصرہ:

صاحب تفسیر نے اس مقام پر صراحتاً اس مسئلے کا ذکر نہیں فرمایا کہ ایمان کا ہونا مردوں میں واجب اور عورتوں میں مستحب ہے بلکہ ان کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک نکاح کے لئے مرد و عورت دونوں کا صاحب ایمان ہونا ضروری ہے جبکہ اکثر مفسرین یہاں صراحتاً اس مسئلے کا ذکر کرتے ہیں کہ ایمان کا ہونا مردوں میں واجب اور عورتوں میں مستحب ہے۔

2. عورت کی رضامندی

نکاح ایک انتہائی مضبوط، شخصی، اور گہرا رشتہ ہے۔ اس میں رضامندی بہت ضروری ہے۔ جبر سے کیا گیا نکاح مقاصد شریعت کے اعتبار سے کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اسلام نے مرد اور عورت دونوں کی رضامندی کو بہت اہمیت دی ہے۔ عورت کیونکہ فطری طور پر کمزور ہے، اس لیے اس کی رضامندی کو صراحتاً ذکر کیا گیا۔ ارشاد باری تعالی ہے:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا يَحِلُّ لَكُمۡ أَن تَرِثُواْ ٱلنِّسَآءَ كَرۡهٗاۖ [النساء:20]

فَلَا تَعۡضُلُوهُنَّ أَن يَنكِحۡنَ أَزۡوَٰجَهُنَّ إِذَا تَرَٰضَوۡاْ بَيۡنَهُم بِٱلۡمَعۡرُوفِۗ [البقرة: 232]

سورہ بقرۃ کی مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے صاحب تفسیر نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا البتہ عورت کی رضا ولی کی رضا پر مقدم ہے۔ اس مسئلے پر انہوں نے آیت کے شان نزول والی روایت اور مزید نو احادیث سے استدلال کیا ہے اور نتیجہ یہ نکالا ہے کہ ان تمام احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا البتہ اللہ تعالی نے عورت کی رضا کو ولی کی رضا پر مقدم رکھا ہے[9]۔

تبصرہ:

یوں صاحب تفسیر کا موقف پیچیدہ ہو جاتا ہے اور اس بات کی وضاحت نہیں ہو پاتی کہ باکرہ اور ثیبہ عورت کی رضامندی میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کیا ہے؟ دونوں کی رضامندی کا علم کیسے ہو گا؟ ولی کی رضا کس پر مقدم ہے؟ اس مسئلے میں فقہاء کے درمیان کیا اختلافات ہیں اور مصنف کے نزدیک کس کا موقف درست ہے۔

سورہ نساء کی مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے صاحب تفسیر نے نکاح میں عورت کی رضامندی والے مسئلے کا ذکر نہیں کیا بلکہ صحیح بخاری کی روایت سے آیت کا شان نزول بیان کرتے ہوئے آیت کا یہ مطلب بتایا کہ عربوں میں دستور تھا کہ جب کوئی شخص مرتا تو اس کی بیوی پر میت کے وارثوں کا زور چلتا تھا۔ وہ ایک طرح کا ترکہ تصور ہوتی تھی۔ میت کے ورثہ چاہتے تو خود اس سے نکاح پڑھا لیتے، چاہتے تو کسی اور سے نکاح کر دیتے اور چاہتے تو بغیر نکاح کے ہی اسے رہنے دیتے۔ غرض اس عورت پر خاوند کے ورثاء کا اختیار تھا عورت کے ورثاء کا کوئی اختیار نہ تھا۔ پھر یہ آیت اتری جس سے عورتوں کو پوری ازادی مل گئی[10]۔

3. باندی سے نکاح کے لیے عدم طول حرّہ شرط ہے

اللہ تعالی نے شرعی باندی سے نکاح کو جائز قرار دیا ہے۔ مگر غلامی و آزادی کی حیثیت میں اولاد چونکہ ماں کے تابع ہوتی ہے، اور باندی کی اولاد بھی غلام ہو گی، اس لیے اسلام نے باندی سے نکاح کو پسند نہیں کیا۔ باندی سے نکاح کی اجازت شریعت میں صرف اس شخص کو ہے جو آزاد عورت کے اخراجات پورے نہ کر سکتا ہو۔ ارشاد باری تعالی ہے:

ومن لم يستطع منكم طولاً ان ينكح المحصنٰت المؤمنات فمما ملكت ايمانكم من فَتَيَٰتِكُمُ ٱلۡمُؤۡمِنَٰتِۚ وَٱللَّهُ أَعۡلَمُ بِإِيمَٰنِكُمۚ بَعۡضُكُم مِّنۢ بَعۡضٖۚ فَٱنكِحُوهُنَّ بِإِذۡنِ أَهۡلِهِنَّ وَءَاتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ بِٱلۡمَعۡرُوفِ مُحۡصَنَٰتٍ غَيۡرَ مُسَٰفِحَٰتٖ وَلَا مُتَّخِذَٰتِ أَخۡدَانٖۚ فَإِذَآ أُحۡصِنَّ فَإِنۡ أَتَيۡنَ بِفَٰحِشَةٖ فَعَلَيۡهِنَّ نِصۡفُ مَا عَلَى ٱلۡمُحۡصَنَٰتِ مِنَ ٱلۡعَذَابِۚ ذَٰلِكَ لِمَنۡ خَشِيَ ٱلۡعَنَتَ مِنكُمۡۚ وَأَن تَصۡبِرُواْ خَيۡرٞ لَّكُمۡۗ وَٱللَّهُ غَفُورٞ رَّحِيمٞ 25 يُرِيدُ ٱللَّهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمۡ وَيَهۡدِيَكُمۡ سُنَنَ ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِكُمۡ وَيَتُوبَ عَلَيۡكُمۡۗ وَٱللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٞ [النساء: 25-26]

تبصرہ:

سورہ نساء کی مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے صاحب تفسیر نے یہ مسئلہ واضح ذکر فرمایا ہے کہ باندی سے نکاح کے لیے عدم طول حرہ شرط ہے۔ فرماتے ہیں کہ یہ اجازت صرف اس شخص کے لیے ہے جو آزاد عورت سے نکاح کے اخراجات نہ برداشت کر سکتا ہو اور اسے یہ خطرہ بھی ہو کہ اگر اس نے نکاح نہ کیا تو جنسی بے راہ روی کا شکار ہو جائے گا[11]۔

4. ولی کی اجازت

بیٹیوں سے والدین کی عزت وابستہ ہوتی ہے۔ اسلام دین فطرت ہے۔ اسلام نے دلہا اور دلہن کے ساتھ ان کے گھر والوں کے نفع و نقصان کا بھی خیال رکھا ہے۔ اللہ تعالی نے عورت کی رضامندی کے ساتھ اس کے سرپرست کی رضامندی کو بھی فی الجملہ اہمیت دی ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

فَٱنكِحُوهُنَّ بِإِذۡنِ أَهۡلِهِنَّ [النساء:25]

ترجمہ: نکاح کروان سے ان کے گھر والوں کی اجازت کے ساتھ۔

اس مقام پر صاحب تفسیر نے ولی کی اجازت کے متعلق کوئی مسئلہ ذکر نہیں کیا اور نہ ہی اس قسم کی کسی بحث سے تعرض کیا، حالانکہ اس آیت سے ولی کی اجازت کا مفہوم نکل رہا ہے۔ صاحب تفسیر بعض مقامات پر اپنے اختصار کے پیش نظر اہم مسائل ومباحث کو نظر انداز کر دیتے ہیں[12]۔

5. محرمات نکاح

اسلام نے کچھ رشتوں کو ایسی پاکیزگی اور عظمت دی ہے کہ ان کے ساتھ نکاح کو حرام قرار دیا ہے۔ قرآن پاک نے چودہ کے قریب محرم رشتوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

وَلَا تَنكِحُواْ مَا نَكَحَ ءَابَآؤُكُم مِّنَ ٱلنِّسَآءِ إِلَّا مَا قَدۡ سَلَفَۚ إِنَّهُۥ كَانَ فَٰحِشَةٗ وَمَقۡتٗا وَسَآءَ سَبِيلًا 22 حُرِّمَتۡ عَلَيۡكُمۡ أُمَّهَٰتُكُمۡ وَبَنَاتُكُمۡ وَأَخَوَٰتُكُمۡ وَعَمَّٰتُكُمۡ وَخَٰلَٰتُكُمۡ وَبَنَاتُ ٱلۡأَخِ وَبَنَاتُ ٱلۡأُخۡتِ وَأُمَّهَٰتُكُمُ ٱلَّٰتِيٓ أَرۡضَعۡنَكُمۡ وَأَخَوَٰتُكُم مِّنَ ٱلرَّضَٰعَةِ وَأُمَّهَٰتُ نِسَآئِكُمۡ وَرَبَٰٓئِبُكُمُ ٱلَّٰتِي فِي حُجُورِكُم مِّن نِّسَآئِكُمُ ٱلَّٰتِي دَخَلۡتُم بِهِنَّ فَإِن لَّمۡ تَكُونُواْ دَخَلۡتُم بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ وَحَلَٰٓئِلُ أَبۡنَآئِكُمُ ٱلَّذِينَ مِنۡ أَصۡلَٰبِكُمۡ وَأَن تَجۡمَعُواْ بَيۡنَ ٱلۡأُخۡتَيۡنِ إِلَّا مَا قَدۡ سَلَفَۗ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ غَفُورٗا رَّحِيمٗا 23 [النساء: 22-23] وَٱلۡمُحۡصَنَٰتُ مِنَ ٱلنِّسَآءِ إِلَّا مَا مَلَكَتۡ أَيۡمَٰنُكُمۡۖ كِتَٰبَ ٱللَّهِ عَلَيۡكُمۡۚ وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَآءَ ذَٰلِكُمۡ أَن تَبۡتَغُواْ بِأَمۡوَٰلِكُم مُّحۡصِنِينَ غَيۡرَ مُسَٰفِحِينَۚ فَمَا ٱسۡتَمۡتَعۡتُم بِهِۦ مِنۡهُنَّ فَـَٔاتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةٗۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ فِيمَا تَرَٰضَيۡتُم بِهِۦ مِنۢ بَعۡدِ ٱلۡفَرِيضَةِۚ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمٗا [النساء: 24]

مذکورہ آیات کی تفسیر کرتے ہوئے صاحب تفسیر نے محرمات نسب ورضاعت ودیگر پر آیات واحادیث کی روشنی میں تفصیلی بحث کی ہے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

آیت نمبر 22 کی تفسیر کرتے ہوئے صاحب تفسیر فرماتے ہیں کہ تمہاری سوتیلی مائیں بھی حقیقی ماؤں کی طرح ہی حرام ہیں۔ لہذا انہیں ورثہ کا مال سمجھنا اور زبردستی ان سے نکاح کرنا، ان کے ترکے کے وارث بن بیٹھنا یہ سب باتیں انتہائی شرمناک اور قابل مذمت ہیں۔ البتہ جو نکاح اس حکم کے نازل ہونے سے پہلے تم کر چکے تھے وہ کالعدم قرار نہیں دیے جائیں گے اور نہ ہی ان سے پیدا شدہ اولاد حرامی تصور ہو گی۔ ان پر وراثت کے احکام بھی لاگو ہوں گے۔ البتہ اس حکم کے بعد تم پر سوتیلی ماؤں سے نکاح کرنا حرام ہے[13]۔

رضاعی رشتوں کی حرمت بھی بیان کی ہے اور 6 احادیث دلائل کے طور پر لائے ہیں کہ رضاعت سے بھی رشتوں کی حرمت ایسے ہی ثابت ہوتی ہے جیسے کہ نسب سے[14]۔

آیت نمبر 23 کی وضاحت کرتے ہوئے محرمات کی مکمل فہرست پیش کی ہے اور مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قران کی آیت میں تو دو حقیقی بہنوں کو ہی نکاح میں جمع کرنے کی ممانعت ہے جبکہ حدیث میں پھوپھی بھتیجی اور خالہ بھانجی کو بھی نکاح میں جمع کرنے کی ممانعت ہے[15]۔

آیت نمبر 24 کی تفسیر کرتے ہوئے لونڈیوں سے استمتاع کے مسئلے کو تفصیلا بیان کیا ہے اور باندیوں سے استمتاع کی شرائط بھی ذکر کی ہیں جو انہوں نے صحیح مسلم کی حدیث 1456 سے اخذ کی ہیں۔

وہ شرائط درج ذیل ہیں۔

صرف اس قیدی عورت سے تمتع کیا جاسکتا ہے جو امیر لشکر دیگر اموال غنیمت کی طرح کسی مجاہد کی ملکیت میں دے دے۔ اس سے پہلے اگر کوئی شخص کسی عورت سے نفع اٹھائے گا تو وہ دو گناہوں کا مرتکب ہو گا۔ ایک زنا کا اور دوسرا مشترکہ اموال غنیمت کی تقسیم سے پہلے ان میں خیانت کا۔

امیر لشکر جب کسی عورت کو کسی کی ملکیت میں دے دیتا ہے تو اس سے نکاح کی ضرورت نہیں رہتی۔ ملکیت میں دے دینا ہی کافی ہو گا اور اس باندی کا سابقہ نکاح از خود ختم ہو جائے گا۔

تقسیم کے بعد ایسی عورت سے فوری طور پر جماع نہیں کیا جاسکتا جب تک اسے کم از کم ایک حیض نہ آجائے اور یہ معلوم نہ ہو جائے کہ وہ حاملہ ہے یا نہیں۔ اگر حاملہ ہو گی تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔ اس سے پہلے اس سے جماع نہیں کیا جاسکتا۔

ایسی عورت سے صرف وہی وہی شخص جماع کر سکتا ہے جس کی ملکیت میں وہ دی گئی ہو کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔

اگر اس قیدی عورت سے اولاد پیدا ہو جائے تو اسے فروخت نہیں کیا جاسکتا بلکہ مالک کے مرنے کے بعد وہ از خود آزاد ہو جائے گی۔

اگر ایسی قیدی عورت کو اس کا مالک کسی اور کے نکاح میں دے دے تو پھر وہ مالک اس سے دوسری خدمات تو لے سکتا ہے لیکن صحبت نہیں کر سکتا۔

اگر امیر لشکر یا حکومت ایک عورت کو کسی کی ملکیت میں دے دے تو پھر وہ خود بھی اسے واپس لینے کی مجاز نہیں ہوتی الا یہ کہ اس تقسیم میں کوئی ناانصافی واقع ہو جائے جس کا بعد میں علم ہو[16]۔

6. کافرہ عورتوں میں کتابیہ کی شرط

اسلام نے اہل کتاب عورت سے نکاح کی اجازت دی ہے جس کی بہت حکمتیں ہیں۔ اس کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے:

ٱلۡيَوۡمَ أُحِلَّ لَكُمُ ٱلطَّيِّبَٰتُۖ وَطَعَامُ ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلۡكِتَٰبَ حِلّٞ لَّكُمۡ وَطَعَامُكُمۡ حِلّٞ لَّهُمۡۖ وَٱلۡمُحۡصَنَٰتُ مِنَ ٱلۡمُؤۡمِنَٰتِ وَٱلۡمُحۡصَنَٰتُ مِنَ ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلۡكِتَٰبَ مِن قَبۡلِكُمۡ إِذَآ ءَاتَيۡتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ مُحۡصِنِينَ غَيۡرَ مُسَٰفِحِينَ وَلَا مُتَّخِذِيٓ أَخۡدَانٖۗ وَمَن يَكۡفُرۡ بِٱلۡإِيمَٰنِ فَقَدۡ حَبِطَ عَمَلُهُۥ وَهُوَ فِي ٱلۡأٓخِرَةِ مِنَ ٱلۡخَٰسِرِينَ [المائدۃ: 5]

مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے مفسر نے کتابیہ سے نکاح کا جواز تو بیان کیا ہے البتہ یہ صراحت نہیں کی کہ کافر عورتوں میں سے صرف کتابی عورت ہی سے نکاح ہو سکتا ہے جبکہ دیگر مفسرین اس مقام پر یہ بحث کرتے ہیں اور بعض کے نزدیک تو کتابیہ سے نکاح کی بھی بعض شرائط ہیں جو کہ اس مقام پر بیان کی جاتی ہیں۔

مفسر فرماتے ہیں کہ کتابیہ عورتوں سے نکاح کی شرائط بھی وہی ہیں جو مسلمان عورتوں سے نکاح کی شرائط ہیں یعنی نکاح کا مقصد صرف شہوت رانی نہ ہو بلکہ وہ نکاح مستقل بنیادوں پر ہو، اس کا باقاعدہ اعلان ہو اور حق مہر ادا کیا جائے لیکن کتابیہ عورت سے نکاح صرف تب جائز ہو گا جب کسی فتنے میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ ہو اگر کسی کتابیہ عورت سے نکاح کے بعد اس کے دین کی طرف مائل ہو جانے کا خدشہ ہو تو ایسی صورت میں یہ نکاح ہرگز جائز نہ ہو گا[17]۔

7. زانی اور زانیہ سے نکاح کی بحث

نکاح کا مقصد شریعت کی نظر میں نسب اور عصمت کی حفاظت ہے۔ نکاح پاکدامنی کا ذریعہ ہوتا ہے۔ شریعت ایسے ہر رشتے سے منع کرتی ہے جو پاکدامنی کے بجائے بدکاری کے لیے ڈھال بن جائے۔ اس لیے پیشہ ور بدکار مرد و عورت سے نکاح کو شریعت نے منع کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ٱلزَّانِي لَا يَنكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوۡ مُشۡرِكَةً وَٱلزَّانِيَةُ لَا يَنكِحُهَآ إِلَّا زَانٍ أَوۡ مُشۡرِكٌۚ وَحُرِّمَ ذَٰلِكَ عَلَى ٱلۡمُؤۡمِنِينَ [النور: 3]

مذکورہ آیت کی تفسیر میں زانی اور زانیہ سے نکاح کی بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ زنا میں مشہور مرد یا عورت سے نکاح کرنا حرام ہے البتہ اگر کوئی زانی مرد یا زانیہ عورت اللہ تعالی کے حضور توبہ کرے اور اپنا طرز حیات آئندہ کے لیے مکمل طور پر تبدیل کرلے تو پھر ایسے لوگوں سے نکاح کی اجازت ہے[18]۔

تبصرہ:

مفسر نے اس مقام پر یہ مشہور مسئلہ ذکر نہیں فرمایا کہ زانیہ اور زانی سے نکاح نہ کرنے کا یہ حکم ابدی ہے یا یہ منسوخ ہو چکا ہے جیسا کہ اکثر مفسرین اس مقام پر یہ بحث ذکر کرتے ہیں۔ یوں یہ مقام تشنہ رہ گیا ہے۔

پیغام نکاح (خطبہ)

عدت میں نکاح کا پیغام دینا

نکاح کے ابتدائی مراحل میں پیغام نکاح ہے۔ نکاح کے رشتے کی ابتداء مروت اور شرافت کے ساتھ بھیجا جانے والا پیغام ہی ہوتا ہے۔ اس کے بارے میں ارشاد ہے:

وَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ فِيمَا عَرَّضۡتُم بِهِۦ مِنۡ خِطۡبَةِ ٱلنِّسَآءِ أَوۡ أَكۡنَنتُمۡ فِيٓ أَنفُسِكُمۡۚ عَلِمَ ٱللَّهُ أَنَّكُمۡ سَتَذۡكُرُونَهُنَّ وَلَٰكِن لَّا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّآ أَن تَقُولُواْ قَوۡلًا مَّعۡرُوفًاۚ وَلَا تَعۡزِمُواْ عُقۡدَةَ ٱلنِّكَاحِ حَتَّىٰ يَبۡلُغَ ٱلۡكِتَٰبُ أَجَلَهُۥۚ وَٱعۡلَمُوٓاْ أَنَّ ٱللَّهَ يَعۡلَمُ مَا فِيٓ أَنفُسِكُمۡ فَٱحۡذَرُوهُۚ وَٱعۡلَمُوٓاْ أَنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ [البقرة: 235]

اس مسئلے پر بحث کرتے ہوئے صاحب تفسیر فرماتے ہیں کہ عدت والی خواتین کو تم اشارتاً تو پیغام نکاح دے سکتے ہو مگر واضح الفاظ میں پیغام دینا جائز نہیں ہے۔ مثلاً یوں کہہ سکتے ہو کہ میرا ابھی کہیں نکاح کا ارادہ ہے یا یوں کہ ابھی تو تم ماشاءاللہ جوان ہو۔ علامہ سعیدیؒ نے اس بحث میں صحیح بخاری کی یہ حدیث بھی نقل کی: إِذَا التَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ [19]۔ نیز علامہ سعیدیؒ نے صحیح مسلم کی وہ حدیث بھی نقل کی جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: إِذَا هَمَّ عَبْدِي بِسَيِّئَةٍ فَلَا تَكْتُبُو هَا [20]"۔ جب میرا بندہ کسی برائی کا "ھم" کرے تو اسے نہ لکھو لیکن جب وہ نیکی کا ہم کرے تو ایک نیکی لکھ دو۔" یہ اللہ تعالیٰ کا بے پایاں فضل اور احسان

ہے کہ اس نے اپنی امت کو پچھلی امتوں سے یہ رعایت دی کہ برائی کے "ھم" پر مؤاخذہ نہیں۔ البتہ جو عورت طلاق رجعی کی عدت میں ہو اسے اشارتاً بھی کوئی ایسی بات کہنا حرام ہے[21]۔

تبصرہ: مفسر نے واضح مسئلہ اس مقام پر ذکر کر دیا ہے۔

مہر کے مسائل

1. **وجوب مہر اور تاکید اداء مہر**

اسلام نے عورت کو بہت عزت دی۔ اسلام نے عورت کی تکریم میں یہ بھی شامل کیا کہ جب وہ بیوی بن کر آئے تو اس کے اعزاز میں ایک ہدیہ اسے دیا جائے جو اس کی قیمت نہیں بلکہ اس کا اعزاز ہے۔ اس اعزاز کے لیے شریعت نے "مہر" کی اصطلاح استعمال کی اور اس مہر کی ادائیگی کی بہت تاکید کی ہے:

- وَءَاتُواْ ٱلنِّسَآءَ صَدُقَٰتِهِنَّ نِحۡلَةٗۚ فَإِن طِبۡنَ لَكُمۡ عَن شَيۡءٖ مِّنۡهُ نَفۡسٗا فَكُلُوهُ هَنِيٓـٔٗا مَّرِيٓـٔٗا [النساء: 4]

تبصرہ:

مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے صاحب تفسیر نے یہاں پر حق مہر کے واجب یا فرض ہونے کی صراحت نہیں کی بلکہ تاکید کا لفظ استعمال کیا لیکن ان کی عبارت سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ مہر کی ادائیگی ان کے نزدیک فرض یا واجب ہے کیونکہ اس کے مقابل انہوں نے حلال کا لفظ استعمال کیا ہے، لیکن بہتر یہی تھا کہ مفسر یہاں صراحتاً فقہی اصطلاح ذکر کر کے مقام کی تشنگی رفع کرتے۔

چنانچہ مفسر فرماتے ہیں کہ عام عورتوں کے حق مہر کے متعلق بھی تاکید فرما دی کہ ان کے حق مہر انہیں برضا و رغبت پورے کے پورے ادا کر دیے جائیں ہاں اگر وہ خود بلا جبر و اکراہ اپنی خوشی سے حق مہر یا اس کا کچھ حصہ معاف کر دیں تو وہ تمہارے لیے حلال اور طیب رزق ہے لیکن معاف کرانے میں بھی ہیرا پھیری سے کام نہ لینا چاہیے[22]۔

- وَءَاتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ بِٱلۡمَعۡرُوفِ [النساء:25]

مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے صاحب تفسیر نے یہاں پر حق مہر کے واجب یا فرض ہونے کا مسئلہ ذکر نہیں کیا[23]۔

- وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَآءَ ذَٰلِكُمۡ أَن تَبۡتَغُواْ بِأَمۡوَٰلِكُم مُّحۡصِنِينَ غَيۡرَ مُسَٰفِحِينَۚ فَمَا ٱسۡتَمۡتَعۡتُم بِهِۦ مِنۡهُنَّ فَـَٔاتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةٗۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ فِيمَا تَرَٰضَيۡتُم بِهِۦ مِنۢ بَعۡدِ ٱلۡفَرِيضَةِۚ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا [النساء: 24]

مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے صاحب تفسیر نے یہاں پر حق مہر کے وجوب یا فرض ہونے کا مسئلہ ذکر نہیں کیا[24]۔

- ٱلۡيَوۡمَ أُحِلَّ لَكُمُ ٱلطَّيِّبَٰتُۖ وَطَعَامُ ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلۡكِتَٰبَ حِلّٞ لَّكُمۡ وَطَعَامُكُمۡ حِلّٞ لَّهُمۡۖ وَٱلۡمُحۡصَنَٰتُ مِنَ ٱلۡمُؤۡمِنَٰتِ وَٱلۡمُحۡصَنَٰتُ مِنَ ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلۡكِتَٰبَ مِن قَبۡلِكُمۡ إِذَآ ءَاتَيۡتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ مُحۡصِنِينَ غَيۡرَ مُسَٰفِحِينَ وَلَا مُتَّخِذِيٓ أَخۡدَانٖۗ [المائدة: 5]

مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے صاحب تفسیر نے یہاں پر حق مہر کے واجب یا فرض ہونے کا مسئلہ ذکر نہیں کیا[25]۔

- وَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ أَن تَنكِحُوهُنَّ إِذَآ ءَاتَيۡتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّۚ [الممتحنة: 10]

مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے صاحب تفسیر نے یہاں پر حق مہر کے وجوب یا فرض ہونے کا مسئلہ ذکر نہیں کیا[26]۔

2. مہر مجہول کا حکم

شریعت نے مالی معاملات میں شفافیت کو ہمیشہ بنیادی اہمیت دی ہے کیونکہ شفافیت سے جھگڑوں سے بچا جا سکتا ہے۔ نکاح میں ایک مالی حق مہر کا بھی ہوتا ہے۔ اس لیے شریعت کے مزاج کے مطابق مہر معلوم ہونا چاہیے۔ قرآن کی ایک آیت کے ذیل میں فقہاء نے مہر نامعلوم کے مسئلے کی بحث کی ہے۔

قَالَ إِنِّيٓ أُرِيدُ أَنۡ أُنكِحَكَ إِحۡدَى ٱبۡنَتَيَّ هَٰتَيۡنِ عَلَىٰٓ أَن تَأۡجُرَنِي ثَمَٰنِيَ حِجَجٖۖ فَإِنۡ أَتۡمَمۡتَ عَشۡرٗا فَمِنۡ عِندِكَۖ وَمَآ أُرِيدُ أَنۡ أَشُقَّ عَلَيۡكَۚ سَتَجِدُنِيٓ إِن شَآءَ ٱللَّهُ مِنَ ٱلصَّٰلِحِينَ 27 قَالَ ذَٰلِكَ بَيۡنِي وَبَيۡنَكَۖ أَيَّمَا ٱلۡأَجَلَيۡنِ قَضَيۡتُ فَلَا عُدۡوَٰنَ عَلَيَّۖ وَٱللَّهُ عَلَىٰ مَا نَقُولُ وَكِيلٞ [القصص: 27-28]

ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے صاحب تفسیر نے اس مقام پر مہر مجہول کا کوئی حکم ذکر نہیں فرمایا کہ حق مہر اگر مجہول ہو تو ایسی صورت میں کیا حکم ہو گا بلکہ ان کے مطابق یہ آٹھ سال حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس رہنے کی شرط بطور حق مہر کے نہ تھی[27]۔

3. اقل مقدار مہر

مہر چونکہ ایک اعزاز ہے۔ اس لیے اس میں اتنی کم قیمت کی چیز دینا جو اعزاز کے بجائے مذاق کا تاثر دے ممنوع ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَدۡ عَلِمۡنَا مَا فَرَضۡنَا عَلَيۡهِمۡ فِيٓ أَزۡوَٰجِهِمۡ وَمَا مَلَكَتۡ أَيۡمَٰنُهُمۡ لِكَيۡلَا يَكُونَ عَلَيۡكَ حَرَجٞۗ وَكَانَ ٱللَّهُ غَفُورٗا رَّحِيمٗا [الأحزاب: 50]

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے صاحب تفسیر نے اس مقام پر حق مہر کی مقدار کے متعلق کوئی مسئلہ ذکر نہیں کیا بلکہ ان کے مطابق اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بیویوں کا حق مہر اور نان نفقہ واجب نہیں تھا[28]۔ جبکہ اکثر مفسرین اس مقام پر اقل مقدار مہر کا مسئلہ ضرور ذکر کرتے ہیں اور اس حوالے سے فقہاء کے مذاہب بھی بیان کرتے ہیں۔

البتہ سورہ نساء کی آیت نمبر چار پر بحث کرتے ہوئے صاحب تفسیر نے وہاں پر حق مہر کی مقدار کا مسئلہ ذکر کیا ہے۔ انہوں نے کئی احادیث سے استدلال کرتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ مختلف احادیث میں حق مہر کی مختلف مقادیر بیان ہوئی ہیں۔ لہذا حق مہر ایسا ہونا چاہئے جو شوہر کی حیثیت کے مطابق ہو اور فریقین اس پر راضی ہوں۔ مگر اقل مقدار کا کوئی ذکر نہیں کیا[29]۔

4. غیر مسمی لھا کا مہر اور غیر مدخول بھا کا مہر

جس عورت کا مہر طے ہی نہ کیا گیا ہو، یا جس عورت کو رخصتی سے پہلے طلاق دے دی جائے ان کے مہر سے متعلق آیت میں ارشاد ہے:

لَّا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ إِن طَلَّقۡتُمُ ٱلنِّسَآءَ مَا لَمۡ تَمَسُّوهُنَّ أَوۡ تَفۡرِضُواْ لَهُنَّ فَرِيضَةٗۚ وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى ٱلۡمُوسِعِ قَدَرُهُۥ وَعَلَى ٱلۡمُقۡتِرِ قَدَرُهُۥ مَتَٰعَۢا بِٱلۡمَعۡرُوفِۖ حَقًّا عَلَى ٱلۡمُحۡسِنِينَ 236 وَإِن طَلَّقۡتُمُوهُنَّ مِن قَبۡلِ أَن تَمَسُّوهُنَّ وَقَدۡ فَرَضۡتُمۡ لَهُنَّ فَرِيضَةٗ فَنِصۡفُ مَا فَرَضۡتُمۡ إِلَّآ أَن يَعۡفُونَ أَوۡ يَعۡفُوَاْ ٱلَّذِي بِيَدِهِۦ عُقۡدَةُ ٱلنِّكَاحِۚ وَأَن تَعۡفُوٓاْ أَقۡرَبُ لِلتَّقۡوَىٰۚ وَلَا تَنسَوُاْ ٱلۡفَضۡلَ بَيۡنَكُمۡۚ إِنَّ ٱللَّهَ بِمَا تَعۡمَلُونَ بَصِيرٌ 237 [البقرة: 236-237]

ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے صاحب تفسیر نے غیر مسمی لھا اور غیر مدخول بھا کے مہر کے مسائل کو واضح ذکر کیا ہے۔ انہوں نے چند صورتیں بیان کی ہیں جن کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

غیر مسمی لھا کے متعلق رقم طراز ہیں کہ:

اگر نکاح کے وقت نہ تو حق مہر مقرر ہوا اور نہ ہی صحبت کی نوبت آئی تو ایسی صورت میں کوئی حق مہر نہیں۔

مہر مقرر نہیں ہوا تھا مگر صحبت ہو چکی تو اس صورت میں اب مہر مثل ادا کرنا ہو گا۔

غیر مدخول بھا کے حق مہر کو ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

اگر نکاح کے وقت حق مہر مقرر ہوا تھا لیکن صحبت نہیں ہوئی تو اس صورت میں مقرر شدہ مہر میں سے نصف مہر ملے گا۔

اگر مقرر ہی نہیں ہوا تھا اور نہ ہی صحبت ہوئی تو پھر کچھ بھی نہ ملے گا[30]۔

تیسیر القرآن میں رضاع کے مسائل

1. مدت رضاعت

نکاح کے بعد اولاد کی رضاعت یعنی دودھ پلانے کا مرحلہ آتا ہے۔ اس سے متعلق ارشاد باری ہے:

> وَٱلْوَٰلِدَٰتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَٰدَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ ۖ لِمَنْ أَرَادَ أَن يُتِمَّ ٱلرَّضَاعَةَ ۚ وَعَلَى ٱلْمَوْلُودِ لَهُۥ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِٱلْمَعْرُوفِ ۚ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَآرَّ وَٰلِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَّهُۥ بِوَلَدِهِۦ ۚ وَعَلَى ٱلْوَارِثِ مِثْلُ ذَٰلِكَ ۗ فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَن تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ۗ وَإِنْ أَرَدتُّمْ أَن تَسْتَرْضِعُوٓا۟ أَوْلَٰدَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُم مَّآ ءَاتَيْتُم بِٱلْمَعْرُوفِ ۗ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ [البقرة: 233]

تبصرہ:

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے مفسر نے مدت رضاعت کا مسئلہ واضح ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ رضاعت کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے تاہم حسب ضرورت اس سے کم بھی ہو سکتی ہے اور یہ مدت قمری تقویم کے حساب سے شمار ہو گی[31]۔

مدت دو سال سے کم کرنے کے متعلق فرماتے ہیں کہ اگر ماں باپ مشورے سے دو سال سے پہلے ہی دودھ چھڑانا چاہیں مثلاً ماں کا دودھ اچھا نہ ہو اور بچے کی صحت خراب رہتی ہو یا ماں کو اس دوران حمل ٹھہر جائے اور بچے کو دودھ چھڑانے کی ضرورت پیش آئے تو ایسی صورتوں میں ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں ہو گا اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ بچے کو دو سال لازماً دودھ پلایا جائے[32]۔

2. حرمت رضاعت

اسلام نے جن رشتوں کو حرام قرار دیا، ان میں ایک رضاعت کا رشتہ بھی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَٰتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَٰتُكُمْ وَعَمَّٰتُكُمْ وَخَٰلَٰتُكُمْ وَبَنَاتُ ٱلْأَخِ وَبَنَاتُ ٱلْأُخْتِ وَأُمَّهَٰتُكُمُ ٱلَّٰتِىٓ أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَٰتُكُم مِّنَ ٱلرَّضَٰعَةِ [النساء: 23]

مفسر نے اس مقام پر رضاعی رشتوں کی حرمت واضح بیان کی ہے اور 6 احادیث دلائل کے طور پر لائے ہیں کہ رضاعت سے بھی رشتوں کی حرمت ایسے ہی ثابت ہوتی ہے جیسے کہ نسب سے[33]۔

3. مطلقہ ماں سے ارضاع کا حکم

دودھ پیتے بچے کے ہوتے ہوئے طلاق کی صورت میں بچوں کا معاملہ پیچیدہ ہو جاتا ہے۔ اسلام نے اس سے متعلق واضح احکامات دیے ہیں جن میں ماں، باپ اور بچہ تینوں کے حقوق کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

فَإِنۡ أَرۡضَعۡنَ لَكُمۡ فَـَٔاتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ وَأۡتَمِرُواْ بَيۡنَكُم بِمَعۡرُوفٖۖ وَإِن تَعَاسَرۡتُمۡ فَسَتُرۡضِعُ لَهُۥٓ أُخۡرَىٰ [الطلاق: 06]

مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے صاحب تفسیر نے مطلقہ ماں سے ارضاع کے چند مسائل بیان کیے ہیں۔ وہ حسب ذیل ہیں۔

- عورت اپنے دودھ کی خود مالک ہے اور وہ طلاق دینے والے خاوند سے بھی اسی طرح اجرت لے سکتی ہے جس طرح دوسروں سے لے سکتی ہے۔
- شرعی طور پر بچہ باپ کا ہوتا ہے ماں کا نہیں، اگر بچہ ماں کا ہوتو اجرت لینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔
- اگر ماں بھی وہی اجرت مانگے جو دوسری عورتیں مانگتی ہیں تو ماں دودھ پلانے کی زیادہ حقدار ہے۔
- اگر ماں کسی بیماری یا کمزوری کے باعث دودھ پلانے سے منع کر دے یا اتنی زیادہ اجرت مانگے جو اس کے سابق خاوند کی استطاعت سے زیادہ ہو یا دستور سے زیادہ ہو تو دودھ پلانے کی خدمت کسی دوسری عورت سے بھی لی جا سکتی ہے۔ ماں سے خدمت لینا اس صورت میں ضروری نہیں[34]۔

تیسیر القرآن میں نکاح متعہ و موقت کے مسائل

اسلام نے مقاصد نکاح کے خلاف کسی بھی رشتے کو جائز قرار نہیں دیا۔ اس لیے محض کچھ وقت کے لیے عارضی نکاح چاہے کسی بھی عنوان سے ہو، اسلام نے اسے جائز نہیں سمجھا۔ وجہ یہ ہے کہ عارضی نکاح پاکدامنی کو فروغ دینے کے بجائے شہوت پوری کرنے کے طریقے ڈھونڈنے کا مزاج لوگوں کو دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

1. وَٱلۡمُحۡصَنَٰتُ مِنَ ٱلنِّسَآءِ إِلَّا مَا مَلَكَتۡ أَيۡمَٰنُكُمۡۖ كِتَٰبَ ٱللَّهِ عَلَيۡكُمۡۚ وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَآءَ ذَٰلِكُمۡ أَن تَبۡتَغُواْ بِأَمۡوَٰلِكُم مُّحۡصِنِينَ غَيۡرَ مُسَٰفِحِينَۚ فَمَا ٱسۡتَمۡتَعۡتُم بِهِۦ مِنۡهُنَّ فَـَٔاتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةٗۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ فِيمَا تَرَٰضَيۡتُم بِهِۦ مِنۢ بَعۡدِ ٱلۡفَرِيضَةِۚ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمٗا [النساء: 24]

تبصرہ:

مفسر نے اس مقام پر نکاح موقت کے حوالے سے کوئی بحث نہیں کی البتہ نکاح متعہ پر تفصیلی بحث کی ہے جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔ مصنف فرماتے ہیں کہ نکاح متعہ ایک اضطراری رخصت تھی۔ دور نبوی میں نکاح متعہ تین مواقع پر مباح کیا گیا اور پھر ساتھ ہی اس کی حرمت کا اعلان کر دیا گیا۔

یہ مواقع جنگ خیبر فتح مکہ و اوطاس اور جنگ تبوک ہیں۔

ان مواقع پر ابتداء نکاح متعہ کی اجازت دی جاتی تھی اور جنگ کے اختتام پر اس کی حرمت کا اعلان کر دیا جاتا تھا، گویا یہ ایک اضطراری رخصت تھی اور صرف ان مجاہدین کو دی جاتی تھی جو جنگ کے محاذ پر موجود ہوتے تھے اور اتنے ہی عرصے کے لیے ہوتی تھی۔ اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ جنگ بدر، احد اور جنگ خندق کے مواقع پر ایسی اجازت نہیں دی گئی۔

متعہ کی حرمت کا یہ اعلان حجۃ الوداع 10 ہجری میں ہوا تھا جیسا کہ اس دن سود اور جاہلیت کے خون کی بھی ابدی حرمت کا اعلان ہوا تھا۔

مفسر صحیح بخاری کی احادیث نمبر 5119 ذکر کر کے یہ استدلال بھی کرتے ہیں کہ نکاح متعہ کی کم سے کم مدت تین دن ہے زیادہ کوئی حد نہیں۔

مزید فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام میں سے صرف سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ ہی نکاح متعہ کے جواز کے قائل تھے اور وہ بھی صرف اضطراری حالت میں نہ کہ عام حالات میں البتہ بقیہ تمام صحابہ کرام نکاح متعہ کی حرمت کے قائل تھے اور ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ کو اس پر ٹوکتے بھی تھے۔

نیز مصنف نے سورہ مومنون کی آیت پانچ چھ اور سات سے اور سورہ معارج کی آیت 29، 30 اور 31 سے بھی نکاح متاع کی حرمت پر استدلال کیا ہے[35]۔

2. والذین هم لفروجهم حٰفظون [المومنون:5]

اس مقام پر صاحب تفسیر صرف اتنا فرماتے ہیں کہ نکاح صحیح کے علاوہ کوئی اور نکاح بالکل جائز نہیں مثلا نکاح متعہ، نکاح حلالہ اور نکاح شغار وغیرہ[36]۔

3. والذین هم لفروجهم حٰفظون [المعارج:29]

اس مقام پر صاحب تفسیر نے کوئی بحث نہیں کی بلکہ گزشتہ آیات کی تفسیر کی طرف رجوع کرنے کا کہا ہے[37]۔

نفقہ کا بیان

اسلام نے نکاح کو فرائض اور حقوق کے درمیان متوازن رکھا ہے۔ مرد اور عورت دونوں پر کچھ فرائض لوگو کیے گئے ہیں۔ ارشاد باری تعالی ہے:

وَعَلَى ٱلْمَوْلُودِ لَهُۥ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِٱلْمَعْرُوفِۚ [بقرة: 233]

بچے کے باپ پر عورتوں کی خوراک اور پاشاک لازم ہے ضابطے کے مطابق۔

تبصرہ:

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے صاحب تفسیر نے منکوحہ، معتدہ اور مطلقہ مرضعہ کے نفقے کے لازم ہونے کا مسئلہ ذکر کیا ہے البتہ نفقہ زوجین میں سے کس کی حیثیت کے مطابق ہو گا، اور عورت کی جانب سے نشوز کی صورت میں بھی نفقہ لازم ہو گا یا نہیں یہ پہلو تشنہ چھوڑ دیا ہے۔

مفسر فرماتے ہیں کہ منکوحہ عورت اور وہ مطلقہ جو عدت میں ہو اس کے کھانے اور کپڑے کی ذمہ داری تو پہلے ہی بچے کے باپ پر ہوتی ہے اور اگر عدت گزر چکی ہو تو اس آیت کی رو سے باپ ہی اس مطلقہ عورت کے اخراجات کا ذمہ دار ہو گا کیونکہ وہ اس کے بچے کو دودھ پلا رہی ہے[38]۔

حلالہ کے مسائل

طلاق کی بعض صورتوں سے متعلق ارشاد ہے:

فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُۥ مِنۢ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُۥۗ فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ أَن يَتَرَاجَعَآ إِن ظَنَّآ أَن يُقِيمَا حُدُودَ ٱللَّهِۗ وَتِلْكَ حُدُودُ ٱللَّهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ 230 [البقرة: 229-230]

تبصرہ:

صاحب تفسیر سورہ بقرہ کی آیت نمبر 230 کی تفسیر کرتے ہوئے حلالہ کا مسئلہ ذکر کیا ہے۔ مصنف نے اس مقام پر اپنا اور اپنے ہم مسلک علماء کا موقف تو ذکر کیا ہے البتہ دیگر علماء کا موقف بیان کرنے سے گریز کیا ہے جو کہ اس معرکۃ الآراء مسئلے میں بیان کرنا چاہیے تھا۔

ان کا موقف یہ ہے کہ ان کے نزدیک حلالہ کے لیے کیا گیا نکاح ہی درست نہیں بلکہ یہ بدکاری ہے اور اس نکاح کے نتیجے میں عورت اپنے پہلے شوہر کے لیے ہرگز حلال نہیں ہوگی[39]۔

دیگر کئی علماء اس موقف سے متفق نہیں۔ ان کے نزدیک اگرچہ بشرط حلالہ نکاح کرنا موجب گناہ اور لعنت کا باعث ہے البتہ اس نکاح کے نتیجے میں عورت سابق شوہر کے لئے حلال ہو جائے گی۔

تعدد ازواج کے مسائل

اسلامی شریعت کی خصوصیات میں یہ ہے کہ اس میں مرد و عورت دونوں کی فطری، معاشرتی، جنسی اور جذباتی کیفیت و حیثیت کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اسلامی احکام کے نفسیاتی اعجاز کا ایک پہلو یہ ہے کہ نکاح کے بارے میں اس نے افراط و تفریط کے درمیان راہ اعتدال کی راہنمائی کی ہے۔ اسلام نے بے لگام شہوت پرستی کو سختی سے منع کیا مگر شہوت کو حلال طریقے سے پورا کرنے کے مناسب طریقے بھی دیے۔ اسلام نے مالی، جسمانی اور ذہنی اور انتظامی استطاعت کی شرط پر مرد کو متعدد شادیاں کرنے کی اجازت دی ہے جس کی حد چار تک ہے۔ یعنی ایک مرد ایک وقت میں زیادہ سے زیادہ چار بیویاں رکھ سکتا ہے۔ اس کے بارے میں ارشاد ہے:

1. وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُواْ فِي ٱلْيَتَٰمَىٰ فَٱنكِحُواْ مَا طَابَ لَكُم مِّنَ ٱلنِّسَآءِ مَثْنَىٰ وَثُلَٰثَ وَرُبَٰعَۖ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُواْ فَوَٰحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَٰنُكُمْۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰٓ أَلَّا تَعُولُواْ [النساء: 3]

صاحب تفسیر نے اس مقام پر تعدد ازواج کا مسئلہ واضح ذکر کیا ہے۔

فرماتے ہیں کہ اپنی حسب پسند چار بیویاں رکھ سکتے ہو مگر انصاف کی شرط کے ساتھ اگر انصاف نہ کر سکو تو پھر ایک بیوی پر اکتفا کر و یا پھر ان کنیزوں پر جو تمہاری ملکیت میں ہوں۔ صاحب تفسیر نے سنن ابن ماجہ کی حدیث نمبر 1953 ذکر کی ہے جس سے ازواج کی تعداد کے چار میں محصور ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

پھر صاحب تفسیر نے ان لوگوں پر بھی رد کیا جن کا موقف تھا کہ اسلام میں تعدد ازواج کی کوئی حد نہیں اور قرآن میں جو دو دو، تین تین، چار چار کے الفاظ آئے ہیں یہ بطور محاورہ ہیں یعنی دو کی بھی اجازت ہے، تین کی بھی، چار کی بھی، اسی طرح پانچ، چھ اور سات کی بھی۔

مصنف نے اس نظریے کو دو وجہ سے غلط قرار دیا ہے۔ ایک یہ کہ اگر عام اجازت ہی مقصود ہوتی تو صرف مَا طَابَ لَكُم مِّنَ ٱلنِّسَآءِ کہہ دینا ہی کافی تھا چار کی تعیین کی ضرورت نہ تھی اور دوسری وجہ یہ کہ حدیث نے چار تک حد کی تعیین کر دی ہے[40]۔

2. يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ إِنَّآ أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَٰجَكَ ٱلَّٰتِيٓ ءَاتَيْتَ أُجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّآ أَفَآءَ ٱللَّهُ عَلَيْكَ وَبَنَاتِ عَمِّكَ وَبَنَاتِ عَمَّٰتِكَ وَبَنَاتِ خَالِكَ وَبَنَاتِ خَٰلَٰتِكَ ٱلَّٰتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ وَٱمْرَأَةً مُّؤْمِنَةً إِن وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ ٱلنَّبِيُّ أَن يَسْتَنكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِن دُونِ ٱلْمُؤْمِنِينَۗ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيٓ أَزْوَٰجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَٰنُهُمْ لِكَيْلَا يَكُونَ عَلَيْكَ حَرَجٌۗ وَكَانَ ٱللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا [الأحزاب: 50]

تبصرہ:

اس مقام پر صاحب تفسیر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں اور تعدد ازواج کے حوالے سے تفصیلی بحث کی ہے البتہ خلاصہ یہ ہے کہ مفسر فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عام اجازت ہے کہ آپ جتنی چاہیں بیویاں رکھ سکتے ہیں اور چار بیویوں والا قاعدہ جو عام مسلمانوں پر لاگو ہوتا ہے اس سے آپ مستثنیٰ ہیں[41]۔

نتائج بحث(Key Findings)

- نکاح کا لغوی و اصطلاحی مفہوم: علامہ سعیدی نے نکاح کو محض ایک قانونی یا جسمانی معاہدہ نہیں بلکہ ایک مقدس سماجی اور جذباتی بندھن قرار دیا ہے، جو فریقین کے مابین حقوق و فرائض کا ایک محکم شرعی ڈھانچہ تشکیل دیتا ہے۔
- شرائطِ نکاح اور بین المذاہب شادیاں: علامہ سعیدی نے غیر مسلموں سے نکاح کی ممانعت کی نفسیاتی اور معاشرتی حکمتیں بیان کی ہیں۔ انہوں نے واضح کیا کہ مسلم مرد کا اہلِ کتاب (یہودی / عیسائی) عورت سے نکاح جائز ہے (اگرچہ دارالکفر میں مکروہِ تحریمی ہے)، لیکن مسلم عورت کا نکاح کسی بھی غیر مسلم مرد سے قطعی حرام ہے، کیونکہ مرد کا حاکمانہ کردار عورت کے دین اور بچوں کی تربیت کو متاثر کر سکتا ہے۔
- عورت کی رضامندی اور جبری شادی کی ممانعت: علامہ سعیدی نے جاہلی نظامِ ظلم کا تفصیلی نقشہ کھینچتے ہوئے ثابت کیا کہ اسلام میں عورت کی صریح رضامندی نکاح کی لازمی شرط ہے۔ انہوں نے قرآنی احکامات کی روشنی میں جبری شادیوں کو صریحاً قرآنی حکم کی خلاف ورزی اور ظلم قرار دیا ہے۔
- پیغامِ نکاح (خطبہ) اور دل کے افعال پر مواخذہ: عدت کے دوران نکاح کا عزم کرنے کی ممانعت کے ذیل میں، علامہ سعیدی نے دل کے احوال کے پانچ مراحل) ہاجس، خاطر، حدیثِ نفس، ہم، اور عزم (کے درمیان ایک لطیف اور دقیق علمی فرق بیان کیا ہے، اور واضح کیا ہے کہ اسلام میں برائی کے پختہ 'عزم' پر مواخذہ ہوتا ہے، جبکہ ابتدائی خیالات اور 'ہم' پر اللہ کا فضل و درگزر ہے۔
- مہر کا تحفظ اور اس کی حیثیت: مہر کی بحث میں علامہ سعیدی نے جمہور اور احناف کے فقہی اختلافات کو مدلل انداز میں پیش کیا۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ مہر محض ایک رسم یاد کھاوا نہیں، بلکہ عورت کا مؤکد شرعی و مالی حق ہے جو اسے معاشی تحفظ فراہم کرتا ہے۔
- مسائلِ رضاعت اور بچوں کے حقوق کا تحفظ: مدتِ رضاعت کے حوالے سے انہوں نے جمہور (دو سال) اور امام ابو حنیفہ (اڑھائی سال) کے دلائل کا تقابلی جائزہ پیش کیا۔ سب سے اہم نکتہ یہ اٹھایا کہ میاں بیوی کے باہمی اختلافات یا طلاق کی صورت میں بچوں کو ہتھیار یا انتقام کا ذریعہ بنانا صریحاً حرام ہے، اور بچے کے حقوق والدین کے جھگڑوں سے بالاتر ہیں۔

سفارشات

1۔ موجودہ دور میں مسلم عائلی قوانین(Muslim Family Laws) میں کئی ایسے سقم موجود ہیں جن کی وجہ سے خاندانی نظام انتشار کا شکار ہے۔ تجویز کی جاتی ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل(Council of Islamic Ideology) اور قانون ساز ادارے، علامہ غلام رسول سعیدی رحمہ اللہ کے متوازن فقہی استدلال اور جدید معاشرتی اپروچ سے رہنمائی حاصل کریں۔ بالخصوص مہر کی فوری ادائیگی، عدت کے احکام، اور مسلم خواتین کے حقوق کے تحفظ کے لیے ان کی تفسیری ابحاث کو قانونی دستاویزات کا حصہ بنایا جائے۔

2۔ سفارش کی جاتی ہے کہ وفاقی اور صوبائی محکمۂ مذہبی امور، نکاح خوانوں کے لیے تربیتی ورکشاپس کا انعقاد کریں جہاں علامہ سعیدی کے جاہلی نظام کے تقابل اور قرآنی احکامات کی روشنی میں یہ باور کرایا جائے کہ لڑکی کی مرضی کے بغیر پڑھایا جانے والا نکاح شرعاً و قانوناً شدید خطرات کا حامل ہے۔

3۔ معاشرے میں مہر کو محض ایک کاغذی رسم یا طلاق کی صورت میں جرمانے کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ علامہ سعیدی کی تحقیق کے مطابق مہر عورت کا فوری اور مؤکد مالی حق ہے جو اسے معاشی خود مختاری دیتا ہے۔ تجویز ہے کہ نکاح نامہ کے فارم میں مہرِ مؤجل (فوری ادائیگی) کی حوصلہ افزائی کی جائے اور اسے دولہا کی مالی حیثیت کے مطابق منصفانہ طور پر طے کرنے کے لیے قانونی و سماجی دباؤ بڑھایا جائے۔

4۔ جیسا کہ علامہ سعیدی نے سورۃ البقرہ کی روشنی میں واضح کیا کہ میاں بیوی کے جھگڑوں میں بچوں کو ہتھیار یا انتقام کا ذریعہ بنانا حرام ہے، ہمارے فیملی کورٹس(Family Courts) کو چاہیے کہ وہ بچوں کی کسٹڈی(Custody) اور نفقہ (خرچ) کے معاملات کا فیصلہ کرتے وقت اس تفسیری حکمت کو سامنے رکھیں۔ طلاق کے طویل مقدمات کے دوران بچوں کی ذہنی اور جسمانی نشوونما کو والدین کی انا کی بھینٹ چڑھنے سے روکنے کے لیے سخت قوانین وضع کیے جائیں۔

5۔ عصرِ حاضر میں گلوبلائزیشن اور سوشل میڈیا کی وجہ سے بین المذاہب شادیوں کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ علامہ سعیدی نے تبیان القرآن میں مسلم مرد و عورت کے لیے اہلِ کتاب سے نکاح کے فرق کو جس نفسیاتی اور حاکمانہ خاندانی ڈھانچے کی روشنی میں واضح کیا ہے، اسے جدید نسل کے سامنے پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ جامعات اور دینی اداروں میں اس موضوع پر سیمینارز منعقد کیے جائیں تاکہ نوجوانوں کو اس کے دوررس مذہبی اور خاندانی اثرات سے آگاہ کیا جاسکے۔

6۔ یہ مقالہ صرف مسائلِ نکاح تک محدود تھا۔ جامعات کے شعبہ ہائے علوم اسلامیہ (Islamic Studies Departments) کو تجویز دی جاتی ہے کہ وہ علامہ غلام رسول سعیدی کی تفسیر "تبیان القرآن" اور "تبیان الفرقان" میں بیان کردہ دیگر عائلی و سماجی موضوعات (جیسے طلاق، خلع، وراثت، اور حقوق العباد) پر ایم فل اور پی ایچ ڈی سطح کے مزید تحقیقی منصوبے (Research Projects) تفویض کریں تاکہ ان کی فکری و فقہی خدمات کے تمام گوشے واشگاف ہو سکیں۔

مصادر و مراجع

البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح المختصر، (البیروت: مکتبہ دار ابنِ کثیر، 1987ء)

بھٹہ، میاں مسعود احمد، حیات النساء، (لاہور: مطبعۃ الحدید چیمبر لین روڈ، ط 2005ء)

شامی، ابنِ عابدین، رد المختار، (ریاض: دار عالم الکتب، 1999ء)

عبد الرحمن کیلانی، تفسیر تیسیر القرآن (لاہور: دار السلام، ط س ندارد)

نیشاپوری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1374ھ)

Bibliography

- Abdul Rahman Kaylani, Tafsir Taiseer-ul-Quran, (Lahore: Dar-us-Salam, Year of Publication Not Stated
- Al-Bukhari, Muhammad bin Ismail, Al-Jami' al-Sahih al-Mukhtasar, (Beirut: Maktabah Dar Ibn Kathir, 1987).
- Bhutta, Mian Masood Ahmad, Hayat-un-Nisa, (Lahore: Matba'at-ul-Hadid Chamberlain Road, Edition 2005).
- Garner, Bryan A. (ed.), Black's Law Dictionary, 9th ed., (Missesota: West Publishing Company St. Paul, 2009)
- Nayshaburi, Muslim bin Hajjaj, Sahih Muslim, (Beirut: Dar Ihya al-Turath al-'Arabi, 1374 AH).
- Shami, Ibn 'Abidin, Radd al-Muhtar, (Riyadh: Dar 'Alam al-Kutub, 1999).

[1] ‘Abd al-Raḥmān Kaylānī, *Tafsīr Taysīr al-Qur’ān* (Lahore: Dār al-Salām, n.d.) vol. 1, Preface, p. 34.

[2] Kaylānī, *Tafsīr Taysīr al-Qur’ān*, vol. 1, Preface, p. 34.

[3] ‘Abd al-Raḥmān Kaylānī, *Tafsīr Taysīr al-Qur’ān* (Lahore: Dār al-Salām, n.d.) vol. 1, Preface, pp. 34–35.

[4] ‘Abd al-Raḥmān Kaylānī, Tafsīr Taysīr al-Qur’ān (Lahore: Dār al-Salām, n.d.) vol. 1, Author's Introduction, pp. 37–40.

[5] Miyāñ Mas‘ūd Aḥmad Bhuṭṭah, *Ḥayāt al-Nisā’* (Lahore: Maṭba‘at al-Ḥadīd, Chamberlain Road, 2nd ed., 2005) p. 115.

[6] Bryan A. Garner, ed., *Black’s Law Dictionary*, 9th ed. (Minnesota: West Publishing Company St. Paul, 2009) p. 1064.

[7] Ibn ‘Ābidīn al-Shāmī, *Radd al-Muḥtār* (Riyadh: Dār ‘Ālam al-Kutub, 1999) vol. 4, p. 59.

[8] ‘Abd al-Raḥmān Kaylānī, *Tafsīr Taysīr al-Qur’ān* (Lahore: Dār al-Salām, n.d.) vol. 1, p. 204.

[9] Kaylānī, *Tafsīr Taysīr al-Qur'ān*, vol. 1, pp. 216–218.

[10] Kaylānī, *Tafsīr Taysīr al-Qur'ān*, vol. 1, p. 439.

[11] 'Abd al-Raḥmān Kaylānī, *Tafsīr Taysīr al-Qur'ān* (Lahore: Dār al-Salām, n.d.) vol. 1, p. 448.

[12] Kaylānī, *Tafsīr Taysīr al-Qur'ān*, vol. 1, pp. 448–449.

[13] 'Abd al-Raḥmān Kaylānī, *Tafsīr Taysīr al-Qur'ān* (Lahore: Dār al-Salām, n.d.) vol. 1, p. 441.

[14] Kaylānī, *Tafsīr Taysīr al-Qur'ān*, vol. 1, pp. 441–442.

[15] Kaylānī, *Tafsīr Taysīr al-Qur'ān*, vol. 1, p. 442.

[16] Kaylānī, *Tafsīr Taysīr al-Qur'ān*, vol. 1, pp. 443–444.

[17] 'Abd al-Raḥmān Kaylānī, *Tafsīr Taysīr al-Qur'ān* (Lahore: Dār al-Salām, n.d.) vol. 1, p. 583.

[18] Kaylānī, *Tafsīr Taysīr al-Qur'ān*, vol. 3, p. 254.

[19]Muḥammad bin Ismā'īl al-Bukhārī, al-Jāmi' al-Ṣaḥīḥ al-Mukhtaṣar (Beirut: Maktabah Dār Ibn Kathīr, 1987) Kitāb al-Fitan, Ḥadīth No. 7083.

[20] Muslim bin al-Ḥajjāj al-Naysābūrī, *Ṣaḥīḥ Muslim* (Beirut: Dār Iḥyā' al-Turāth al-'Arabī, 1374 AH) Ḥadīth No. 129.

[21] 'Abd al-Raḥmān Kaylānī, *Tafsīr Taysīr al-Qur'ān* (Lahore: Dār al-Salām, n.d.) vol. 1, p. 225.

[22] 'Abd al-Raḥmān Kaylānī, *Tafsīr Taysīr al-Qur'ān* (Lahore: Dār al-Salām, n.d.) vol. 1, p. 414.

[23] Kaylānī, *Tafsīr Taysīr al-Qur'ān*, vol. 1, p. 448.

[24] Kaylānī, *Tafsīr Taysīr al-Qur'ān*, vol. 1, p. 443.

[25] Kaylānī, *Tafsīr Taysīr al-Qur'ān*, vol. 1, p. 582.

[26] Kaylānī, *Tafsīr Taysīr al-Qur'ān*, vol. 4, p. 453.

[27] 'Abd al-Raḥmān Kaylānī, *Tafsīr Taysīr al-Qur'ān* (Lahore: Dār al-Salām, n.d.) vol. 3, p. 454.

[28] Kaylānī, *Tafsīr Taysīr al-Qur'ān*, vol. 3, p. 637.

[29] Kaylānī, *Tafsīr Taysīr al-Qur'ān*, vol. 1, p. 414.

[30] 'Abd al-Raḥmān Kaylānī, *Tafsīr Taysīr al-Qur'ān* (Lahore: Dār al-Salām, n.d.) vol. 1, p. 126.

[31] ‘Abd al-Raḥmān Kaylānī, *Tafsīr Taysīr al-Qur’ān* (Lahore: Dār al-Salām, n.d.) vol. 1, p. 222.

[32] Kaylānī, *Tafsīr Taysīr al-Qur’ān*, vol. 1, p. 223.

[33] Kaylānī, *Tafsīr Taysīr al-Qur’ān*, vol. 1, pp. 441–442.

[34] ‘Abd al-Raḥmān Kaylānī, *Tafsīr Taysīr al-Qur’ān* (Lahore: Dār al-Salām, n.d.) vol. 4, p. 500.

[35] ‘Abd al-Raḥmān Kaylānī, *Tafsīr Taysīr al-Qur’ān* (Lahore: Dār al-Salām, n.d.) vol. 1, pp. 445–447.

[36] Kaylānī, *Tafsīr Taysīr al-Qur’ān*, vol. 3, p. 200.

[37] ‘Abd al-Raḥmān Kaylānī, *Tafsīr Taysīr al-Qur’ān* (Lahore: Dār al-Salām, n.d.) vol. 4, p. 545.

[38] ‘Abd al-Raḥmān Kaylānī, *Tafsīr Taysīr al-Qur’ān* (Lahore: Dār al-Salām, n.d.) vol. 1, p. 223.

[39] ‘Abd al-Raḥmān Kaylānī, *Tafsīr Taysīr al-Qur’ān* (Lahore: Dār al-Salām, n.d.) vol. 1, p. 214.

[40] ‘Abd al-Raḥmān Kaylānī, *Tafsīr Taysīr al-Qur’ān* (Lahore: Dār al-Salām, n.d.) vol. 1, pp. 407–408.

[41] Kaylānī, *Tafsīr Taysīr al-Qur’ān*, vol. 3, p. 635.